# فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۸۹)

**غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری**

**سوال**: قرآن کریم کی اجرت کے بارے مروی روایات کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

**جواب**: قرآن کریم کی اُجرت لینا جائز ہے، اس کی ممانعت میں کوئی حدیث ثابت نہیں، تفصیل ملاحظہ ہو؛

❀ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں:

عَلَّمْتُ نَاسًا مِّنْ أَهْلِ الصُّفَّةِ الْكِتَابَ، وَالْقُرْآنَ، فَأَهْدٰى إِلَيَّ رَجُلٌ مِّنْهُمْ قَوْسًا، فَقُلْتُ : لَيْسَتْ بِمَالٍ وَّأَرْمِي عَنْهَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، لَآتِيَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَأَسْأَلَنَّهُ، فَأَتَيْتُهُ، فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، رَجُلٌ أَهْدٰى إِلَيَّ قَوْسًا مِّمَّنْ كُنْتُ أُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ، وَالْقُرْآنَ، وَلَيْسَتْ بِمَالٍ، وَأَرْمِي عَنْهَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، قَالَ : إِنْ كُنْتَ تُحِبُّ أَنْ تُطَوَّقَ طَوْقًا مِّنْ نَّارٍ؛ فَاقْبَلْهَا .

''میں نے اہل صفہ کے کئی لوگوں کو کتابت (لکھائی) اور قرآن کریم کی تعلیم دی۔ ان میں سے ایک شخص نے مجھے ایک کمان تحفے میں دی۔ میں نے کہا: یہ کوئی مال تو ہے نہیں، پھر میں اس کے ذریعے اللہ عزوجل کے راستے میں

تیراندازی کروں گا۔ میں ضرور رسولِ اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر اس بارے میں استفسار کروں گا۔ چنانچہ میں آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا: اللہ کے رسول! ان لوگوں میں سے ایک آدمی نے مجھے ایک کمان تحفے میں دی ہے، جنہیں میں کتاب اور قرآن کی تعلیم دیتا تھا۔ یہ کوئی مال تو ہے نہیں، پھر میں اس کے ذریعے اللہ کے راستے میں تیراندازی کروں گا۔ اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر آپ چاہتے ہیں کہ آگ کا ایک طوق آپ کو پہنایا جائے تو اسے قبول کر لیں۔''

(مسند الإمام أحمد : 315/5، سنن أبي داوٗد : 3416؛ سنن ابن ماجه : 2157، المختارة للضياء : 304)

امام حاکم رحمہ اللہ (۳/۸۵) نے اس حدیث کی سند کو ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

یہ حدیث منکر (ضعیف) ہے۔ مغیرہ بن زیاد بجلی اگرچہ جمہور کے نزدیک ''حسن الحدیث'' ہیں، مگر انہوں نے کچھ منکر روایات بیان کر رکھی ہیں، یہ روایت بھی انہی منکر روایات میں سے ہے۔

❁ **امام احمد بن حنبل** رحمہ اللہ **فرماتے ہیں:**

مُضْطَرِبُ الْأَحَادِيثِ مُنْكَرَةٌ.

''اس کی احادیث مضطرب اور منکر ہیں۔''

(علل أحمد برواية ابنه عبد اللّٰه : 815، 4010)

❁ **امام فلاس** رحمہ اللہ **فرماتے ہیں:**

فِي حَدِيثِهِ اضْطِرَابٌ.

''اس کی حدیث میں اضطراب پایا جاتا ہے۔''

(التاريخ الكبير للبخاري : 326/7)

❀ **امام ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

فِي حَدِيثِهِ اضْطِرَابٌ .

**''اس کی حدیث میں اضطراب ہے۔''**

(الضّعفاء : 658/2)

❀ **امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

مُغِيرَةُ بْنُ زِيَادٍ قَدْ تَكَلَّمَ فِيهِ بَعْضُ أَهْلِ العِلْمِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ .

**''بعض اہل علم نے مغیرہ بن زیاد کے حافظہ پر کلام کیا ہے۔''**

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : 414)

❀ **امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

كَانَ مِمَّنْ يَنْفَرِدُ عَنِ الثِّقَاتِ بِمَا لَا يُشْبِهُ حَدِيثَ الْأَثْبَاتِ فَوَجَبَ مُجَانَبَةُ مَا انْفَرَدَ مِنَ الرِّوَايَاتِ وَتَرْكُ الْاحْتِجَاجِ بِمَا خَالَفَ الْأَثْبَاتِ وَالْاعْتِبَارُ بِمَا وَافَقَ الثِّقَاتِ فِي الرِّوَايَاتِ .

**''یہ ان راویوں میں سے تھا، جو ثقات سے ایسی منفرد روایات بیان کرتے تھے، جو ثقہ راویوں کی حدیث کے مشابہ نہیں، لہٰذا اس کی منفرد روایات سے بچنا واجب ہے اور ثقہ راویوں کے مخالف بیان کردہ روایات سے حجت پکڑنا جائز نہیں، نیز ثقات کے موافق روایات کو متابعت و شواہد میں لینا جائز ہے۔''**

(كتاب المَجروحين : 7/3)

- امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَاحِبُ مَنَاكِيرِ .

''اس کی منکر روایات ہیں۔''

(سؤالات السّجزي : 146، السّنن الكبرى للبيهقي : 39/6)

- حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَاحِبُ مَنَاكِيرِ .

''اس کی منکر روایات ہیں۔''

(التّلخيص الحَبير : 82/3)

مذکورہ بالا حدیث کو اہل علم نے ''منکر'' اور غیر ثابت قرار دیا ہے۔

- امام علی بن مدینی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

(السّنن الكبرى للبيهقي : 125/6، وسندهٗ صحيحٌ، الخَلافيّات للبيهقي : 168/6)

- حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَهٗ مَنَاكِيرُ، هٰذَا مِنْهَا .

''مغیرہ بن زیاد کی منکر روایات ہیں، یہ (مذکورہ بالا) روایت بھی انہی منکر روایات میں سے ایک ہے۔''

(التّمهيد : 114/21)

- علامہ جورقانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ بَاطِلٌ .

''یہ حدیث باطل ہے۔''

(الأباطيل والمَناكير : 163/2)

❀ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ لَّا يَصِحُّ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔''

(العِلل المتناهية :75/1)

❀ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُشْغَلُ، فَإِذَا قَدِمَ رَجُلٌ مُّهَاجِرٌ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَفَعَهٗ إِلٰى رَجُلٍ مِّنَّا يُعَلِّمُهُ الْقُرْآنَ، فَدَفَعَ إِلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا، فَكَانَ مَعِي فِي الْبَيْتِ أُعَشِّيهِ عَشَاءَ أَهْلِ الْبَيْتِ، فَكُنْتُ أُقْرِئُهُ الْقُرْآنَ، فَانْصَرَفَ انْصِرَافَةً إِلٰى أَهْلِهِ، فَرَآى أَنَّ عَلَيْهِ حَقًّا، فَأَهْدٰى إِلَيَّ قَوْسًا لَّمْ أَرَ أَجْوَدَ مِنْهَا عُودًا، وَلَا أَحْسَنَ مِنْهَا عِطْفًا، فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ : مَا تَرٰى يَا رَسُولَ اللّٰهِ فِيهَا؟ قَالَ : «جَمْرَةٌ بَيْنَ كَتِفَيْكَ تَقَلَّدْتَهَا أَوْ تَعَلَّقْتَهَا .

''رسولِ اکرم ﷺ مشغول ہوتے تھے۔ جب کوئی مہاجر شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آپ اسے ہم میں سے کسی کی طرف بھیجتے تاکہ وہ اسے قرآنِ کریم کی تعلیم دے۔ آپ ﷺ نے میری طرف بھی ایک آدمی کو

بھیجا۔ وہ میرے ساتھ میرے گھر میں رہتا تھا۔ میں اسے گھر والوں کی طرح کھانا بھی کھلاتا تھا اور قرآن بھی پڑھاتا تھا۔ وہ ایک دفعہ اپنے گھر والوں کے پاس لوٹا۔ اس نے سوچا کہ میرا اُس پر احسان ہے۔ چنانچہ اس نے مجھے تحفے میں ایک کمان دی۔ میں نے اس جیسی عمدہ لکڑی اور بہترین گولائی والی کمان نہ دیکھی تھی۔ میں رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اللہ کے رسول! اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ آگ کا ایک انگارہ ہے، جو آپ نے اپنے کندھوں کے مابین لٹکا رکھا ہے۔‘‘

(مسند أحمد : 324/5، سنن أبي داود : 3417، المستدرك للحاكم : 356/3)

**اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ نے ’’صحیح الاسناد‘‘، جبکہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ’’صحیح‘‘ قرار دیا ہے۔**

**سند ضعیف ہے۔**

❀ **حافظ بیہقی رحمہ اللہ نے اس روایت کی سند کو ’’غیر قوی‘‘ قرار دیا ہے۔**

(الخلافیات : 168/6)

❀ **سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:**

عَلَّمْتُ رَجُلًا الْقُرْآنَ، فَأَهْدٰى إِلَيَّ قَوْسًا، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : إِنْ أَخَذْتَهَا أَخَذْتَ قَوْسًا مِّنْ نَارٍ، فَرَدَدْتُهَا .

’’میں نے ایک شخص کو قرآن کریم کی تعلیم دی، تو اس نے مجھے ایک کمان تحفہ دی۔ میں نے اس بات کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

اگر آپ وہ کمان لے لیتے ہیں، تو گویا جہنم کی کمان لے لیتے۔ تو میں نے وہ کمان واپس کر دی۔ ''

(سنن ابن ماجه : 2158)

سند ضعیف و منقطع ہے۔

① عطیہ بن قیس کلاعی کا سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

② عبدالرحمٰن بن سلم شامی ''مجہول'' ہے۔

(تقريب التهذيب : 3881)

۞ حافظ بیہقی رحمہ اللہ نے ''منقطع'' کہا ہے۔

(السّنن الكبرىٰ : 125/6)

۞ حافظ ابن عبدالبر نے ''منکر'' قرار دیا ہے۔

(التّمهيد : 114/21)

۞ حافظ جورقانی رحمہ اللہ نے ''باطل'' کہا ہے۔

(الأباطيل والمناكير : 163/2)

۞ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ لا يَصِحُّ .

''یہ حدیث ثابت نہیں۔''

(العِلل المتناهية : 75/1)

یاد رہے کہ حافظ مزی رحمہ اللہ (تحفۃ الاشراف: ۱/ ۳۵) نے ثور بن یزید اور عبدالرحمٰن بن سلم کے درمیان خالد بن معدان کا واسطہ ذکر کیا ہے۔ جبکہ یہ وہم ہے۔

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ اَقِفْ فِي النُّسَخِ الَّتِي عَنِ ابْنِ مَاجَه عَلٰى ذِكْرِ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ بَيْنَ ثَوْرٍ وَّعَبْدِ الرَّحْمٰنِ فِيهِ .

’’مجھے ابن ماجہ کے نسخوں میں ثور اور عبدالرحمٰن کے درمیان خالد بن معدان کا ذکر نہیں ملا۔‘‘

(النّکت الظراف : 36/1)

نیز اس پر قرینہ یہ ہے کہ یہی حدیث دیگر کتب میں خالد بن معدان کے واسطہ کے بغیر ذکر ہوئی ہے۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

إِسْنَادُهٗ مُضْطَرِبٌ .

’’اس حدیث کی سند ’’مضطرب‘‘ ہے۔‘‘

(میزان الاعتدال : 567/2)

❀ حافظ مزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

فِي إِسْنَادِ حَدِيثِهِ اخْتِلَافٌ كَثِيرٌ .

’’اس کی حدیث کی سند میں بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا ہے۔‘‘

(تہذیب الکمال : 148/17)

❀ مصنف ابن ابی شیبہ (۲۰۸۴۵) والی سند بھی ضعیف ہے۔ اس میں محمد بن میسر ابو سعد ضعیف ومتروک ہے۔

❀ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

فِيهِ اضْطِرَابٌ .

''اس میں اضطراب ہے۔''

(التاريخ الكبير : 778/1)

❀ امام نسائی رحمہ اللہ نے ''متروک الحدیث'' کہا ہے۔

(الضّعفاء والمتروكون : 567)

❀ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ''ضعیف'' کہا ہے۔

(سنن الدّارقطني : 330/1)

❀ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلضَّعْفُ بَيِّنٌ عَلٰى رِوَايَاتِهٖ .

''اس کی روایات میں ضعف واضح ہے۔''

(الكامل في الضّعفاء : 462/7)

❀ مسند عبد بن حمید (۱۷۵) والی سند بھی سخت ضعیف ہے۔

ابان اگر ابن ابی عیاش ہے، تو یہ متروک ہے، نیز اس کا سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے سماع بھی نہیں ہے۔ اگر کوئی اور ہے، تو وہ مجہول و نامعلوم ہے۔

❀ سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَخَذَ قَوْسًا عَلٰى تَعْلِيمِ الْقُرْآنِ قَلَّدَهُ اللّٰهُ قَوْسًا مِّنْ نَارٍ .

''جس نے قرآن کی تعلیم پر ایک کمان وصول کی، اللہ تعالیٰ اسے آگ کی کمان کا طوق پہنائے گا۔''

(مسند الشّاميين للطّبراني : 279، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 126/6)

سند ضعیف ہے۔ ولید بن مسلم تدلیس تسویہ کرتا تھا، اپنے شیخ سے سماع کی تصریح نہیں کی۔

جس سند میں ولید بن مسلم کی متابعت ہوئی ہے۔ (حلیۃ الاولیاء لابی نعیم : ۸۶/۶) وہ جھوٹی سند ہے۔ اس میں عمرو بن واقد قرشی ''متروک وکذاب'' ہے۔

❁ **امام دحیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں :**

لَيْسَ لَهٗ أَصْلٌ .

**''یہ بے اصل روایت ہے۔''**

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 126/6، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ **اس حدیث کو امام بیہقی رحمہ اللہ نے ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔**

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 126/6)

❁ **سیدنا طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :**

أَقْرَأَنِي أُبَيٌّ الْقُرْآنَ، فَأَهْدَيْتُ إِلَيْهِ قَوْسًا، فَغَدَا إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ مُتَقَلِّدٌ بِهَا، فَقَالَ : مَنْ سَلَّحَكَ هٰذِهٖ؟ قَالَ : الطُّفَيْلُ بْنُ عَمْرٍو أَقْرَأْتُهُ الْقُرْآنَ، فَقَالَ لَهٗ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : تَقَلَّدْهَا شِلْوَةً مِّنْ نَارِ جَهَنَّمَ قَالُوا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّا نَأْكُلُ مِنْ طَعَامِهِمْ، فَقَالَ : أَمَا طَعَامٌ صُنِعَ لِغَيْرِكَ فَحَضَرْتَهٗ، فَلَا بَأْسَ أَنْ تَأْكُلَهٗ، وَأَمَا مَا صُنِعَ لَكَ، فَإِنَّمَا تَأْكُلُ بِخَلَاقِكَ .

**''سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے مجھے قرآن کریم سکھایا، تو میں نے انہیں ایک کمان تحفہ کی۔ اگلے دن وہ کمان لٹکائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر**

ہوئے، تو آپ ﷺ نے پوچھا: آپ کو یہ کمان کس نے دی ہے؟ انہوں نے کہا: طفیل بن عمرو (رضی اللہ عنہ) نے، انہیں میں نے قرآن سکھایا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا: آپ اسے جہنم کی آگ کا طوق بنا کر لٹکا لیں۔ صحابہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ہم اپنے تلامذہ کے گھر سے کھانا کھاتے ہیں۔ فرمایا: اگر کھانا دوسروں کے لیے تیار کیا گیا ہے اور آپ بھی وہاں حاضر ہو گئے ہیں، تو آپ کھا سکتے ہیں اور اگر وہ کھانا آپ کے لیے تیار کیا گیا ہے، تو آپ اپنا (آخرت کا) حصہ کھا رہے ہیں۔‘‘

(تفسير سعيد بن منصور : 109، المُعجم الأوسط للطّبراني : 439)

سند ضعیف ہے۔

① اسماعیل بن عیاش مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

② عبدربہ بن سلیمان کا سیدنا طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ سے سماع کا مسئلہ ہے۔

## حدیث قوس کے متعلق اہل علم کا فیصلہ:

❀ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الْأَحَادِيثُ مُنْكَرَةٌ لَا يَصِحُّ شَيْءٌ مِنْهَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالنَّقْلِ.

’’یہ تمام احادیث منکر ہیں، محدثین کے نزدیک ان میں سے کوئی حدیث ثابت نہیں۔‘‘

(التّمهيد : 114/21)

❀ نیز فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِي هٰذَا الْبَابِ حَدِيثٌ يَجِبُ بِهِ حُجَّةٌ مِنْ جِهَةِ النَّقْلِ.

’’اس مسئلہ میں ایسی کوئی حدیث نہیں، جس کی سند سے حجت پکڑنا واجب ہو۔‘‘

(التّمهيد : 114/21)

❁ **علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

هٰذِهِ آثَارٌ وَاهِيَةٌ لَا تَصِحُّ .

**”یہ روایات ضعیف ہیں، ثابت نہیں۔“**

(المحلّٰی بالآثار : 96/9)

❁ **حافظ عبد الحق اشبیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

هِيَ أَسَانِيدُ مُنْقَطِعَةٌ وَضِعَافٌ .

**”یہ روایات منقطع اور ضعیف ہیں۔“**

(الأحكام الوسطى : 283/3)

❁ **حافظ ابن القطان فاسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

لَيْسَ فِيهَا شَيْءٌ يُلْتَفَتُ إِلَيْهِ .

**”ان بارے میں کوئی بھی قابل التفات روایت نہیں۔“**

(بیان الوهم والایهام : 532/3، التّلخيص الحبير لابن حجر : 17/4)

**حافظ بیہقی رحمہ اللہ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:**

ثُمَّ هٰذَا مَتْرُوكُ الظَّاهِرِ، فَلَيْسَ فِيهِ أَنَّهُ عَلَّمَهُ بِشَرْطِ الْأُجْرَةِ، وَمَنْ عَلَّمَ غَيْرَهُ الْقِرَاءَةَ فَأَهْدَى الْمُتَعَلِّمُ لَهُ شَيْئًا جَازَ لَهُ قَبُولُهُ بِالْإِجْمَاعِ .

**(اس حدیث کے ضعیف ہونے کے ساتھ ساتھ) اس کے ظاہر پر عمل نہیں کیا گیا، کیونکہ اس حدیث میں ایسا کہیں نہیں کہ صحابی نے اُجرت کی شرط پر قرآن**

**کی تعلیم دی تھی اور جو شخص کسی کو قرآن کی تعلیم دے اور طالب علم (اپنی مرضی سے) معلم کو کچھ تحفہ دے دے، تو معلم کے لیے وہ تحفہ قبول کرنا بالاجماع جائز ہے۔“**

(الخِلافيّات : 165/6)

**تنبیہ:**

❀ **سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:**

مَنْ أَخَذَ عَلَى الْقُرْآنِ أَجْرًا فَقَدْ تَعَجَّلَ حَسَنَاتِهِ فِي الدُّنْيَا، وَالْقُرْآنُ يُخَاصِمُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ .

**”جس نے قرآن کریم پر اجرت لی، اس نے دنیا میں بدلا حاصل کر لیا۔ روز قیامت قرآن کریم اس سے جھگڑا کرے گا۔“**

(حلية الأولياء لأبي نعيم : 20/4)

**سند سخت ضعیف ہے۔**

① **ابو عبداللہ شامی مجہول ہے۔**

**امام ابو نعیم اصبہانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

هُوَ مَجْهُولٌ، وَفِي حَدِيثِهِ نَكَارَةٌ .

**”یہ مجہول ہے، اس کی حدیث میں نکارت ہے۔“**

② **موسیٰ بن رُشید کے حالات زندگی نہیں ملے۔**

❀ **سیدنا بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:**

مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ يَتَأَكَّلُ النَّاسَ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَوَجْهُهُ لَيْسَ عَلَيْهِ لَحْمٌ .

’’جس نے (دنیا میں) قرآن پڑھ کر لوگوں سے مال حاصل کیا، جب وہ روز قیامت آئے گا، تو اس کے چہرے پر گوشت نہیں ہوگا۔‘‘

(معجم ابن الأعرابي :821، شعب الإيمان للبيهقي : 2384)

سند ضعیف ہے۔

① سفیان ثوری مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

② علی بن قادم کی سفیان ثوری سے روایت غیر محفوظ ہوتی ہے۔

(الكامل لابن عدي : 345/6)

③ احمد بن میثم مجروح راوی ہے۔

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَرْوِي عَنْ عَلِيِّ بْنِ قَادِمٍ الْمَنَاكِيرَ الْكَثِيرَةَ وَعَنْ غَيْرِهٖ مِنَ الثِّقَاتِ الْأَشْيَاءِ الْمَقْلُوبَةِ .

’’احمد بن میثم نے علی بن قادم سے منسوب بہت زیادہ منکر روایات بیان کی ہیں، نیز دیگر ثقات سے مقلوب روایات بیان کی ہیں۔‘‘

(كتاب المجروحين :148/1)

❁ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ’’الضعفاء والمتروکون‘‘ میں ذکر کیا۔

(الضّعفاء والمتروكون : 56)

❁ اس روایت کو امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ’’بے اصل‘‘ قرار دیا ہے۔

(كتاب المجروحين :149/1)

❀ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَلْيَسْأَلِ اللّٰهَ بِهٖ، فَإِنَّهٗ سَيَجِيءُ أَقْوَامٌ يَقْرَؤُونَ الْقُرْآنَ يَسْأَلُونَ بِهِ النَّاسَ .

''جو قرآن پڑھے، اسے چاہیے کہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے سوال کرے، کیونکہ عنقریب ایسے لوگ آئیں گے، جو قرآن پڑھیں گے اور اس کے ذریعے لوگوں سے سوال کریں گے۔''

(سنن التّرمذي : 2917)

سند ضعیف و منکر ہے۔ خیثمہ بن ابی خیثمہ بصری ضعیف ہے۔

۞ امام علی بن مدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِسْنَادُهٗ ضَعِيفٌ وَهُوَ حَدِيثٌ مُنْكَرٌ .

''اس کی سند ضعیف ہے، یہ حدیث منکر ہے۔''

(العِلَل : 73)

۞ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ إِسْنَادُهٗ بِذَاكَ .

''اس کی سند قوی نہیں۔''

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : 2917)

۞ حافظ عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُتَابَعُ عَلَيْهِ .

''اس حدیث میں خیثمہ بصری کی متابعت نہیں ہوئی۔''

(الضّعفاء الكبير : 29/2)

## تنبیہ:

❀ سیدنا عبد الرحمٰن بن شبل ؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسولِ اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

اِقْرَؤُوا الْقُرْآنَ، وَلَا تَغْلُوا فِيهِ، وَلَا تَجْفُوا عَنْهُ، وَلَا تَأْكُلُوا بِهٖ، وَلَا تَسْتَكْثِرُوا بِهٖ .

’’قرآنِ کریم کی تلاوت کریں، اس کی تلاوت میں غلو مت کریں، اس سے پہلوتہی مت کریں، اس کی تلاوت کے ذریعہ مت کھائیں اور اس کی تلاوت کے ذریعے زیادہ مال کی خواہش مت رکھیں۔‘‘

(مسند الإمام أحمد : 428/3، مسند أبي يعلٰى : 1518، وسندهٗ صحيحٌ)

حافظ ابن حجر ؒ نے اس حدیث کی سند کو ’’قوی‘‘ قرار دیا ہے۔

(فتح الباري : 101/9)

اس حدیث میں صاف طور پر قرآن کی قراءت کا ذکر ہے، لہٰذا اسے کتاب اللہ کی تعلیم اور دینی اُمور پر اُجرت کے خلاف پیش نہیں کیا جا سکتا، اس میں تو تعلیم کے معاوضے کا ذکر تک موجود نہیں۔

قرآنِ کریم کے دَم اور اس کی تعلیم پر اُجرت جائز و حلال ہے۔ ائمہ دین میں سے جنہوں نے کوئی بات کی ہے، وہ صرف قراءت کے بارے میں کی ہے اور اس میں بھی اہل علم کی آرا مختلف ہیں۔ بعض اس حدیث کو ناحق کھانے پر بھی محمول کرتے ہیں، یعنی جو قرآن پڑھ کر ناحق کھائے، جس طرح یہود و نصاریٰ اللہ تعالیٰ کی آیات میں تحریف کر کے کھاتے تھے، وہ حرام ہے، جبکہ دَم کر کے کھانے کو تو رسول اللہ ﷺ نے خود حق، یعنی جائز کھانا قرار

دیا ہے۔

❀ امام شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُ مُعَاوِيَةَ عَنْ أَجْرِ الْمُعَلِّمِ، فَقَالَ : أَرٰى لَهٗ أَجْرًا، قَالَ شُعْبَةُ : وَسَأَلْتُ الْحَكَمَ، فَقَالَ : لَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا يَكْرَهُهٗ .

''میں نے معاویہ بن قرہ رحمہ اللہ سے معلم کی اُجرت کے بارے میں سوال کیا، تو فرمایا: میرے مطابق معلم کے لیے اُجرت لینا جائز ہے۔ نیز میں نے حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ سے سوال کیا، تو انہوں نے فرمایا: میں نے جانتا کہ کسی نے اسے مکروہ خیال کیا ہو۔''

(مسند علي بن الجعد : 1103، وسندهٗ صحيحٌ)

**سوال**: کیا سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ملت عثمان اور ملت علی پر ہونے کا انکار کرتے تھے؟

**جواب**: طاؤس بن کیسان رحمہ اللہ سے مروی ہے:

قَالَ مُعَاوِيَةُ لِابْنِ عَبَّاسٍ : أَنْتَ عَلٰى مِلَّةِ عَلِيٍّ قَالَ : لَا وَلَا عَلٰى مِلَّةِ عُثْمَانَ، أَنَا عَلٰى مِلَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: کیا آپ ملت علی پر ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: نہیں، میں (نہ ملت علی پر ہوں اور) نہ ملت عثمان پر ہوں، بلکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت پر ہوں۔''

(الإحكام لابن حزم : 228/4، 174/6، حلية الأولياء لأبي نعيم :328/1)

سند ضعیف ہے۔ سفیان بن عیینہ اور سفیان ثوری دونوں مدلس ہیں، سماع کی تصریح

نہیں کی۔

❁ **ایک روایت کے الفاظ ہیں:**

قَالَ لِي مُعَاوِيَةُ : أَنْتَ قُلْتَ : مَا أَنَا بِعَلَوِيٍّ وَلَا عُثْمَانِيٍّ وَلٰكِنِّي عَلٰى مِلَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

**”مجھے (ابن عباس رضی اللہ عنہ کو) سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا آپ کہتے ہیں کہ میں علوی اور عثمانی نہیں، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت پر ہوں۔“**

(الإحكام في أُصول الأحكام لابن حزم : 174/6)

سند ضعیف ہے۔

① **سفیان ثوری کا عنعنہ ہے۔**

② **مؤمل بن اسماعیل کثیر الخطا ہے۔**

❁ **علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:**

إِذَا كَانَ الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُونَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ لَا يَسْتَجِيزُونَ نِسْبَةَ مَا يَعْبُدُونَ بِهٖ رَبَّهُمْ وَلَا مَذَاهِبِهِمْ إِلٰى أَبِي بَكْرٍ وَّلَا إِلٰى عُمَرَ وَلَا إِلٰى عُثْمَانَ وَلَا إِلٰى عَلِيٍّ وَلَا يَنْتَسِبُونَ إِلٰى أَحَدٍ دُونَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَيْفَ بِهِمْ لَوْ شَاهَدُوا مَا نُشَاهِدُهٗ مِنَ الْمَصَائِبِ الْهَادِمَةِ لِلْإِسْلَامِ عَلٰى مَنِ امْتَحَنَهُ اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الْاِنْتِمَاءِ إِلٰى مَذْهَبِ فُلَانٍ وَّفُلَانٍ وَالْإِقْبَالِ عَلٰى أَقْوَالِ مَالِكٍ وَأَبِي حَنِيفَةَ وَالشَّافِعِيِّ وَتَرْكِ أَحْكَامِ

الْقُرْآنِ وَكَلَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ظِهْرِيًّا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى تَثْبِيتِهِ إِيَّانَا عَلٰى دِينِهِ وَسُنَّتِهِ الَّتِي مَضٰى عَلَيْهَا أَهْلُ الْأَعْصَارِ الْمَحْمُودَةِ قَبْلَ أَنْ تَحْدُثَ بِدْعَةُ التَّقْلِيدِ وَتَفْشُوَ .

**”جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ اپنے رب کی عبادت اور مذہب کی نسبت سیدنا ابو بکر صدیق، سیدنا عمر، سیدنا عثمان، سیدنا علی رضی اللہ عنہم یا رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی بھی شخص کی طرف کرنا جائز نہیں سمجھتے تھے، تو صحابہ وتابعین کا کیا حال ہوتا، اگر وہ ہمارے دور میں ہوتے اور ان اسلام کے مخالف حالات کا سامنا کرتے، جن کا ہمیں سامنا ہے۔**

**اللہ تعالیٰ کی آزمائش کا شکار بعض لوگ فلاں فلاں مذہب کی طرف اپنی نسبت کرتے ہیں، امام مالک، امام ابو حنیفہ اور امام شافعی رحمہم اللہ کے اقوال پر عمل کرتے ہیں اور قرآنی احکام اور فرامین رسول علیہ الصلاۃ والسلام کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں اپنے دین اور اس راستے پر ثابت قدم رکھا ہوا ہے کہ جس راستے پر خیر القرون کے لوگ چلے ہیں کہ جب تقلید کی بدعت کا آغاز نہیں ہوا تھا۔“**

(الإحكام في أُصول الأحكام : 174/6)

❁ **علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:**

كَذٰلِكَ التَّفْرِيقُ بَيْنَ الْأُمَّةِ وَامْتِحَانِهَا بِمَا لَمْ يَأْمُرِ اللّٰهُ بِهِ وَلَا رَسُولُهُ؛ مِثْلَ أَنْ يُقَالَ لِلرَّجُلِ : أَنْتَ شَكِيْلِي ، أَوْ قرفندى ، فَإِنَّ هَذِهِ أَسْمَاءٌ بَاطِلَةٌ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ وَلَيْسَ فِى

كِتَابِ اللَّهِ وَلَا سُنَّةِ رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا فِى الْآثَارِ الْمَعْرُوفَةِ عَنْ سَلَفِ الْأَئِمَّةِ لَا شكيلى وَلَا قرفندى. وَالْوَاجِبُ عَلَى الْمُسْلِمِ إذَا سُئِلَ عَنْ ذَلِكَ أَنْ يَقُولَ :لَا أَنَا شكيلى وَلَا قرفندى؛ بَلْ أَنَا مُسْلِمٌ مُتَّبِعٌ لِكِتَابِ اللَّهِ وَسُنَّةِ رَسُولِهِ

”اسی طرح امت میں تفریق پیدا ہو چکی ہے اور وہ ایسے اُمور کا شکار ہو گئی ہے، جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا، نہ اس کے رسول ﷺ نے۔ مثلاً؛ ایک شخص سے پوچھا جاتا ہے کہ تم ”شکیلی“ ہو یا ”قرفندی“؟ جبکہ یہ باطل نام ہیں، ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کوئی سند نازل نہیں کیا اور نہ ہی کتاب اللہ، سنت رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام یا سلف امت سے معروف آثار میں ان کا کوئی ذکر ملتا ہے۔ نہ شکیلی کا اور نہ قرفندی کا۔ مسلمان پر واجب ہے کہ جب اس سے پوچھا جائے، تو وہ کہے: میں نہ شکیلی ہوں اور نہ قرفندی، بلکہ میں مسلمان ہوں اور کتاب اللہ اور سنت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اتباع کرتا ہوں۔“

(مَجموع الفتاوى : 415/3)

افسوس سے لکھنا پڑھ رہا ہے کہ مسلمانوں نے بدعی نسبتوں کو اختیار کر رکھا ہے۔ کوئی اپنے آپ کو حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی کہتا ہے، کوئی جعفری، دیوبندی اور بریلوی کی نسبت کو اختیار کیے ہوئے ہے، کوئی اپنے تئیں اشعری، ماتریدی کہنے میں فخر محسوس کرتا ہے، کوئی قادری، نقشبندی، سہروردی اور چشتی کی نسبت کو پسند کرتا ہے۔ چاہیے یہ کہ اہل سنت والجماعت اپنی نسبت اسلاف امت محدثین عظام کے ساتھ جوڑ لیں، اسی میں عافیت ہے۔